Fikr-o-Nasar (Islamabad) 8:7 (1970)

قسط نمبر (۲)

احمد امین اسلامی عالمگیریت کی جدید تشریح

دیٹلف خالد ———— ترجمہ نعیمہ نور

(ب) منفی پہلو۔

لفظ "انسانی" (محدود معنوں میں انسانی یا محض انسان) کا زیادہ صحیح ترجمہ محبِ عالم ہونا چاہیئے (نظریاتی لحاظ سے محبِ عالم کے برعکس عالم پرست) مندرجہ ذیل میں اگر ہم "انسان پرست" کی اصطلاح پر کاربند رہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ موجودہ دور میں امین جیسے مصنفین نے اس کا جو نیا مفہوم پیش کیا اس نے اپنے لئے راہ ہموار کر لی ہے۔ اب یہ ایک عالمگیر، ایک "دنیوی" حبِ انسانی یا انسان دوستی کا معنی خیز خیال پیش کرتا ہے جو اسی قدر چینی، ہندوستانی اور اسلامی جذبہ کی تخلیقات پر مبنی ہے جتنا کہ قدیم مفہوم کے مطابق حبِ انسانی کے ساتھ یورپین ثقافت کے کارناموں پر۔ ۴۴

"جدید تہذیب و تمدن نے نظریہ قوم پرستی کو جنم دیا جو اس کی تشویش ناک حالت اور دکھ درد کا سبب بن گیا اور اس کی تباہی و ہلاکت کی وجہ بنا ہوا ہے اس کے علاوہ اس کی روحانیت کے تلف ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

آئیے اس دنیا کی برائیوں پر غور کریں اور جب بھی کوئی وجہ واضح ہو جائے تو اس کی اصلی علت تلاش کریں۔ آخر کار ہم اعتراف کریں گے کہ یہ علت اس نظریہ کی محدودیت ہے جو بجائے انسانیت کے قوم کو اپنی آخری حد قرار دیتا ہے۔" ۴۵

فیض الخاطر کے شروع میں ہی امین اس یقین کامل کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے مضامین کے اس مجموعے کے دس حصوں میں یہ نکتہ ہر جگہ واضح ہے۔ بے شک ۱۹۰۶ء میں دانشوای کے حادثے کے بعد (جہاں انگریزی فوجی دستوں نے مصری کسانوں پر ظلم و ستم ڈھائے جو عام تشویش و بے چینی کا سبب بنے) امین نے قوم پرست اخبار "اللواء" پڑھنا شروع کر دیا تھا جب کہ اس سے پہلے وہ زیادہ تر

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

اسلامی طرز و رجحان کے حامل اخبار "المؤید" کو ترجیح دیتے تھے[46]۔ بعد میں ایک مختصر مدت کے لئے امین سعد زغلول کی مدد کرنے کی خاطر قوم پرست جدوجہد میں مصروف ہو گئے، لیکن یہ تمام واقعات بنیادی تبدیلیٔ رائے پر دلالت نہیں کرتے بلکہ سیاسی واقعات اور قابض طاقت کے مابین کچھ اس قسم کا بلاواسطہ جھگڑا پیدا ہو گیا کہ اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ باقی نہیں رہا۔ سابق راستہ یعنی "انگریزوں کی پسپائی کے لئے بنیادی اصلاحات شرطِ اولین" کم از کم وقتی طور پر اپنا استحکام کھو بیٹھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ کچھ عرصے کے لئے امین عام مروّجہ قوم پرستی سے متاثر ہو گئے تھے۔ لیکن جلد ہی حتمی طور پر ہر قسم کی سیاسی مصروفیت سے دستبردار ہونے تک انہوں نے مصری تحریکِ قوم پرستی کے لئے نادر خدمات سرانجام دیں جنہیں نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے[47]۔ بہرحال "حکمرانِ شیخ" نو آبادکار طاقتوں پر اپنے معاہدوں کی پابندی نہ کرنے کی وجہ سے[48] چند تند و تیز حملوں کے سوا امین کے خیالات کے دھارے میں کہیں ان کی صدا سنائی نہیں دیتی[49]۔ ایک مقبوضہ ملک کی تحریکِ مزاحمت میں حصہ لینا لازمی طور پر ایک قوم پرست نظریہ کا مرہونِ منت نہیں ہے۔

اب ایک طرف تو زخمی احساس عزت کی شدید تکلیف ہے جو ناقابلِ برداشت اشتعال انگیزی اور گہری مایوسی کے لمحات میں ناقابلِ بیان ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف بنیادی تصوّرات کا حقیقی اظہار ہے۔ پس ان دونوں حالتوں میں امتیاز کرنا ضروری ہے۔ امین کے مضمون "مشینی بندوقیں ہمارے احساساتِ حبّ الوطنی کو دبا نہیں سکتیں[50]" میں جو بھول یا غلطی ہوئی ہے وہ بھی حقیقت میں امین کے نقطۂ نظر کی تردید نہیں کرتی۔ پریشان حال امین جن کے سامنے آزاد وجود کے آخری کھنڈر میں عزتِ نفس کو برقرار رکھنے کا ناقابلِ رشک کام ہے ایک ایسا طرزِ بیان اور اظہار خیال اپناتے ہیں جو حقیقت میں ان کے لئے اجنبی ہے۔ لیکن پھر بھی وہ عمومی طور پر غیر ملکیوں کی مخالفت نہیں کرتے بلکہ صرف یورپ کے قدامت پسند سیاسی رہنماؤں کے مخالف ہیں جنہوں نے ترقی کی رفتار میں لوگوں کا ساتھ نہیں دیا[51]۔ چنانچہ اس مضمون میں بھی کوشش کے باوجود قوم پرستانہ خیالات میں امین کی طرف سے کئے گئے کسی اضافے کا نشان نہیں ملتا۔

اس کے علاوہ بعد میں امین قوم پرستی کے اس رجحان کی مخالفت کرتے ہیں کہ وہ پیمانہ اقدار

میں عظیم ترین مقام حاصل کرے۔ اسی وجہ سے اَمین کہتے ہیں کہ قوم پرستی عالمی اخلاقی اقدار کے نظام میں کش مکش کا باعث بنتی ہے:۔

"جدید دنیا کا ایک عظیم ترین المیہ نظریہ قوم پرستی (NATIONALIST IDEOLOGY) ہے جس کی رو سے ہر قوم کو دوسری قوموں کی فلاح و بہبود کا خیال کئے بغیر صرف اپنی بھلائی کی فکر کرنی چاہیئے۔ دنیا پر حکمرانی کرنا اس نظریہ کا اعلیٰ ترین مقصد ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہر قوم کو جتنا ممکن ہوسکے وسیع ترین علاقے حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کرنی چاہیئے اس مقصد کے حصول کے لئے وہ کمزور اقوام سے جو کچھ بھی حاصل کرسکے چھین لے۔"[۵۲]

قوم پرستی کا نظریۂ اخلاق قوم پرست سیاست کی اشد ضرورتوں کے عین مطابق ہے کیونکہ قوم پرست سیاست کا مکمل اور واضح طور سے متعین مقصد صرف قومی فلاح و بہبود ہے اس لئے لازماً یہ "عام انصاف" کے اصول سے ٹکرائے گا۔[۵۳] ماضی میں قوم پرستی کا نتیجہ "سلسلہ وار جنگوں کی صورت میں ظاہر ہوا جو دہرایا جائے گا" اگر اس نظریہ کا خاتمہ نہ کیا گیا۔[۵۴]

اسی جوش و خروش کے ساتھ اَمین اپنے ہم وطنوں کی "جذباتی قوم پروری" کی مخالفت کرتے ہیں۔ عبدہٗ کے ایک فرماں بردار شاگرد کی حیثیت سے اَمین اس جذباتی قوم پروری (یا پرستی) کا مقابلہ عبدہٗ کی "ذہنی و عقلی یا استدلالی قوم پرستی" سے کرتے ہیں۔[۵۵] اپنے اس مضمون "مشینیں بندوقیں ہمارے احساساتِ حب الوطنی کو دبا نہیں سکتیں" کے تقریباً ساتھ ساتھ اُمین نے ایک اور مضمون لکھا جس کا عنوان ہے:

'الشیطان رجل الساعۃ' اِس میں اَمین لکھتے ہیں:

"مٹھی بھر رہنما لاکھوں آدمیوں کو بیوقوف بناتے ہیں۔ تمغات، عہدوں اور خطابات کے ذریعے اُن سے کھیلتے ہیں اور بعض اوقات اُس چیز کے ذریعہ جسے وہ قوم پرستی کہتے ہیں۔ چنانچہ اوہام پرستی کے بھوتوں سے زیادہ یہ رہنما لوگوں کو اذیت پہنچانے میں کامیاب رہے کیوں کہ عام لوگوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ اُن کے سیاسی رہنما اُن کی غلط رہنمائی کرتے ہیں اور اُنھیں خیالات کے ذریعے زہر پلاتے ہیں۔ اگر لوگوں میں اتنا شعور ہوتا کہ وہ یہ بات سمجھ سکتے تو وہ نوآبادکار طاقتوں پر حملے کرنے سے پہلے ان رہنماؤں کی مخالفت کرتے، ان کے ہوش ٹھکانے لگاتے اِن کے سر قلم کرتے اور ان سے پہلے اپنا چین و سکون پالیتے ...... ہم ابھی تک اُس وقت کا انتظار کر رہے ہیں جب

ان رہنماؤں کی جگہ وہ لوگ لے لیں گے جو ہمیں قوم پرستی کے بجائے انسان پرستی کی دعوت دیں گے۔[۵۶]

اس کے علاوہ ایک اور حقیقت نے کم از کم وقتی طور پر امین کے قوم پرستی کے مخالف طرزِ عمل میں اضافہ کیا ہے یعنی صلح یا امن پسندی کا وہ نظریہ جو دوسری جنگِ عظیم کے بعد بہت وسیع پیمانے پر پھیلا ہوا تھا اور جس میں اقوامِ متحدہ پر سادہ لوحی سے ایمان رکھنا شامل تھا، اس وقت مکمل طور پر ایک نئے نظام کے اجراء کی امید کی جارہی تھی، انسانی تاریخ کا ایک دور شروع ہونے والا تھا جو آخر کار خوشی و انبساط کا پیامبر ہو۔ چنانچہ امین کو اپنے نظریات کے مضبوط ہونے کا یقین ہوگیا۔ قوم پرستی نے جسے امین بہت عرصہ پہلے فضول قرار دے چکے تھے ایک نئی مصیبت کو جنم دیا جو پہلے کی کسی مصیبت سے زیادہ خوفناک تھی، پس امین اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ عمومی طور پر اب یہ امر تسلیم کرلیا گیا ہے کہ قوم پرستی کا خاتمہ کرنا پڑے گا۔ امین نے جن کے پاس ایک مصنف کا تمام جوش و ولولہ تھا اور جو بنیادی طور پر امن یا صلح پسند بھی تھے[۵۷] اور ترقی پر یقین کامل رکھتے تھے، دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے خود اپنا ایک لائحہ عمل پیش کیا:

"آج میں امن کی خدمت کے لئے فن یا ہنر کو استعمال کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ موسیقی عسکری احساسات کو ابھارنے کے بجائے ایک پُرامن مزاج کی تشکیل کرے گی۔ ادب اور تصویرکشی کا فن بھی یہی کام کرے گا۔ یہ نظریہ آج تک آزمایا نہیں گیا ہے امن قائم کرنے کے لئے سیاسی پروپیگنڈا اس وقت تک ناکافی ہے جب تک کہ اسے فنونِ لطیفہ کی حمایت حاصل نہ ہو۔ اگر دنیا حقیقی امن چاہتی ہے تو یہ ایک ہی طریقے سے ممکن ہے نصابِ تعلیم، تاریخ نویسی کے انداز اور اس کے ساتھ ساتھ فنونِ لطیفہ میں تبدیلی کی جائے۔ طلباء کے ذہنوں میں قوم پرستی کی شمع روشن کرنے، جنگ میں فتح و شکست کے قصے بیان کرنے اور ان میں بندوقوں اور کارتوسوں کا شوق پیدا کرنے کے بجائے انھیں وہ روشن اور شاندار کارنامے پڑھائے جائیں جو تہذیب و تمدن کو پھیلانے اور اسے محفوظ رکھنے کے لئے سرانجام دیئے گئے ..... تو لوگوں کے آپس میں تعلقات قوم پرستی کے بجائے انسان دوستی کی بنیاد پر قائم ہوں گے۔"[۵۹]

(ج) ایک قومی شعور پیدا کرنے میں ناکامی

یقیناً احمد امین کی یہ کمزوری کہ انھوں نے قومی شعور کی تعریف و توضیح نہیں کی ان بہت سے

عناصر میں سے ایک ہے جس نے اَمین کو احساسِ حبِ الوطنی کے راستے ایک حقیقی قومی شعور تک پہنچنے سے روکا (مصطفٰے کامل کی طرح[60]) کبھی تو اَمین اخلاقی لحاظ سے مسلّح کردار کی حُب الوطنی کی حمایت کر کے ناگوار یا منفی قوم پرستی پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن بعض اوقات حب الوطنی کو قوم پرستی کی طرف پہلا خطرناک قدم خیال کرتے ہیں ؛

"جب یورپ نے اپنے وجود کو اہلِ کلیسا کی مزاحمتوں سے آزاد کرا لیا تو حُب الوطنی رائج کی جو اُن کے لئے بدترین آفت ثابت ہوئی۔ حُب الوطنی (وطنیۃ) نے قوم پرستی (قومیۃ) کی شمع جلائی اور اس کو تعلیم اور معاشیات کی بنیاد بنایا۔ قوم پرستی کی دوڑ میں کئی قوموں نے ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی کوشش کی اور اس طرح اسلحہ سازی کا مقابلہ شروع ہوا"[61]

یہاں ان دونوں اصطلاحوں یعنی حب الوطنی (وطنیۃ) اور قوم پرستی (قومیۃ) کے درمیان ایک نمایاں فرق ظاہر ہوتا ہے اگرچہ یہ فرق آگے چل کر قائم نہیں رکھا گیا۔ دوسرے بہت سے موقعوں پر اَمین اِن دونوں اصطلاحوں کو متبادل طور پر استعمال کرتے ہیں[62]۔ اَمین کے معاملے میں یہ بے ربطی اس لئے اور زیادہ قابلِ افسوس ہے کہ زبان کی اصلاحات کے ایک پُرجوش حمایتی[63] کی حیثیت سے اُن سے یہ اُمید کی جا سکتی تھی کہ وہ جدید عربی میں الفاظ کے اُلجھاؤ کو اور بڑھانے کے بجائے اس میں تخفیف کریں اور کم از کم اپنی تحریروں میں اس بات کا خیال رکھیں۔ چنانچہ جدید الفاظ کے استعمال کے سلسلہ میں ان کی لغوی مباحث سے بے اعتنائی کی ایک اور مثال بھی ہے۔ وہ نزعۃ قومیۃ اور نعرۃ قومیۃ جن کا واضح مطلب قوم پرست رجحان یا نظریہ ہے کی مذمت کرتے ہیں لیکن اُسی صفحہ پر یا دوسرے موقعوں پر چند صفحے آگے وہ الوعی القومی جس کا مفہوم قومی شعور یا احساس ہے کی تعریف کرتے ہیں (حسن صعب زریق C. ZURAYQ کی کتاب کے عنوان 'الوعی القومی' کا ترجمہ "قومی خود شعوری"[64] کرتے ہیں) بہر حال اَمین اِسے "سیاسی شعور" یا "سیاسی بیداری"[65] کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

ایک اور عنصر جس نے اَمین کو قوم پرست مفکّرین کے ساتھ ایک بہتر سمجھوتہ کرنے سے روکا وہ بلاشبہ اُن کا ذاتی پسِ منظر ہے۔ اَمین کے والد محمد عبدہٗ کے حامی تھے چنانچہ اَمین کی پرورش اُن طاقتوں کے خلاف جذبہ دشمنی پر مبنی ماحول میں ہوئی جنہوں نے عبدہٗ کے اصلاحی لائحہ عمل کی

مخالفت کی۔ پس عبدہٗ کا مصطفےٰ کامل سے مقابلہ کرتے ہوئے امین بلا شبہ کھلم کھلا جانب داری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ آخر کار مصطفےٰ کامل بھی تعلیم پر اسی قدر پُر جوش عقیدہ رکھتے تھے جتنا محمد عبدہٗ، اگرچہ دونوں کے تعلیم سے متعلق ذاتی خیالات کا مقصد مختلف مطمح نظر ہو۔[۶۶] تاہم ہندوستانی مصلحین سید احمد خان اور سید امیر علی کے متعلق اپنے مقالات میں جب امین عبدہٗ اور مصطفےٰ کامل کے متضاد رجحانات کا مقابلہ کرتے ہیں تو وہ سید امیر علی کی زیادہ حقیقت پسندانہ فکر کو ترجیح دیتے ہیں۔ ہندوستان سے دوری اور غیر حاضری اس اختلافی نظریہ میں اضافہ کا باعث ہوئی۔

"سید امیر علی، سید احمد خان کی طرح عملی مصلح تھے شائد امیر علی کچھ زیادہ حقیقت پسند تھے۔ ہندوستانی مسلمانوں کی اصلاح کے بارے میں کئی مرتبہ دونوں کے درمیان نظریاتی اختلاف ہُوا۔ سید احمد خان کے خیال میں اصلاح کا واحد ذریعہ تعلیم تھا جس میں کسی بھی قسم کے سیاسی معاملے میں دلچسپی کا اظہار نہ ہو۔ بے شک سید امیر علی بھی تعلیم کو ایک مناسب ذریعہ خیال کرتے تھے لیکن وہ بیک وقت سیاسی مسائل پر بحث و مباحثے کو لازمی امر قرار دیتے تھے۔"[۶۷]

کینتھ کریگ (KENNETH CRAG) کے اس فیصلے کی کہ امین[۶۸] اسلام میں مسئلہ قوم پرستی کے متعلق کوئی ایک رائے قائم کرنے سے معذور معلوم ہوتے ہیں، اس لحاظ سے تائید کی جاسکتی ہے کہ امین حب الوطنی اور قوم پرستی کی ایک قطعی اور غیر مبہم تعریف پیش کرنے میں ناکام رہے۔ لیکن اگر قوم پرستی کے انسان شناسی سے تقابلی مطالعہ کو مدِ نظر رکھا جائے تو کریگ کا فیصلہ یقیناً غلط ہے۔ حقیقت میں یہی مقابلہ تمام فیض الخاطر میں ایک ختم نہ ہونے والے سیدھے دھاگے کی شکل میں موجود ہے جہاں کہیں کوئی بے ربطی یا تضاد ظاہر ہوتا ہے تو اُس کا سبب اِس دھاگے کا اُلجھنا ہے۔ یعنی بعض دفعہ امین یہ بات محسوس نہیں کرتے کہ اُن کی کچھ تجاویز اس تقابل کو نظر انداز کر دیتی ہیں۔ لیکن یہ ایک اعتراض ہے جو اُصول کو ثابت کرتا ہے اور اس اصول کو زیڈ۔ آئی۔ انصاری نے زیادہ بہتر طریقے سے سمجھا ہے جو امین کے متعلق لکھتے ہیں کہ "قوم پرستی پر شدت سے لعنت ملامت کرنے میں امین کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔"[۶۹]

کچھ ناقدین کا خیال ہے کہ بڑھاپے میں امین نے قوم پرستی سے متعلق اپنے پہلے عقائد ختم کر دیئے تھے۔[۷۰] یہ نظریہ اُنھوں نے امین کی کتب "یوم الاسلام" اور "الشرق والغرب" سے اپنے یکطرفہ اور صریحاً

متلون حوالے پر قائم کیا ہے یہ ناقدین فیض الخاطر کے اختتامی حصوں پر غور کرنے میں ناکام رہے ہیں اس کے علاوہ انہوں نے امین کی وفات کے بعد شائع ہونے والے (ظہرالاسلام کے) چوتھے حصے پر بھی توجہ نہیں دی۔ موشے پیرلمن (MOSNE PERLMANN) کا مشاہدہ بھی کسی طرح معقول نہیں جو وہ امین کی سوانح عمری پر تبصرہ کرتے ہوئے کرتا ہے کہ امین نے اتحادِ عالم کے ذریعے غیر سیاسی حالت سے نکل کر قوم پرستی کی طرف رجوع کیا۔[۱] بہرحال اگر اس قسم کا کوئی تسلسل قائم بھی کیا جائے تو ترتیب اس کے برعکس ہے یعنی قوم پرستی ــ سیاست سے بیگانگی ــ اِتحادِ عالمِ اسلام۔ تاہم تینوں رجحانات عالمی انسان پرستی کے متوازی صرف اُبھرنے اور ڈوبنے کی کیفیت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ ایک واضح امر ہے کہ اِس تصور کی صحیح تعریف و توضیح نہیں کی گئی لیکن یہ بات بھی یکساں طور پر واضح ہے کہ ایک مبہم نصب العین کی صورت میں اِس کی مسلسل تائید و حمایت کی گئی ہے۔

زندگی کے اختتام تک امین نے قوم پرستی کے خلاف تشریحات اور بیانات لکھے۔ ان میں سے کچھ کا یہاں حوالہ دیا گیا ہے۔ ان بیانات سے صرف ایک فیصلے کی تصدیق ہوتی ہے یعنی یہ کہ امین کے کچھ مطالبات میں قوم پرستی کے مقاصد پوشیدہ تھے جن سے وہ باخبر نہیں تھے۔

حسن صعب[۲] عرب معاشرے میں چار مکاتبِ فکر و نظر میں امتیاز کرتے ہیں جو تمام اصلاحی رجحانات کے مخالف ہیں:

۱۔ قوم پرستی کو کامل طور سے اسلام پرستی میں تحلیل کرنا جس کی تائید و حمایت قدامت پسندوں نے کی۔

۲۔ قوم پرستی کو اضافی طور پر اسلام پرستی میں تحلیل کرنا جس کی وکالت متوسط درجے کے قدامت پسندوں نے کی۔

۳۔ قوم پرستی میں اسلام پرستی کی ایک اضافی تحلیل جس کی حمایت عرب قوم پرستوں کے ایک گروہ نے کی، اور

۴۔ قوم پرستی میں اسلام پرستی کی ایک مکمل تحلیل جس کی وکالت عرب قوم پرستوں کا ایک دوسرا گروہ کرتا ہے۔

بلاشبہ یہاں امین پہلے اور دوسرے نقطۂ نظر میں پس و پیش کرتے ہیں۔ عملی طور پر اور جیسا

کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے اپنے بہت سے اصلاحی خیالات میں وہ دوسرے نقطۂ نظر کو اپناتے ہیں۔ یعنی ایک اعتدالی قدامت پسند جو محمد عبدہٗ کا نظریہ تھا۔ چنانچہ عباس محمود العقاد جدید مصری سوشل اور فکر میں امین کے کردار کو "تجدیدی قدامت پسندی"[۴۲] قرار دیتے ہیں۔

اس کے باوجود جب کبھی امین نے شعوری طور پر مسئلۂ قوم پر بحث کی تو انہوں نے صریحاً خالص قدامت پسند مکتبِ فکر کی حمایت کی یعنی اسلام میں قوم پرستی کی مکمل تحلیل۔

ذیل میں ہم تاریخ کے ہمہ گیر نظریہ کے سلسلے[۴۳]، کچھ اور وجوہ کی وضاحت کی کوشش کریں گے جن کے سبب امین نے یہ طرزِ عمل اپنایا۔ (مسلسل)

حواشی وحوالہ جات

۴۴ JORG KRAEMER : DAS PROBLEM DER ISLAMISCHEN KULT-URGESCHICHTE (TOBINGEN 1959) PP. 1-2

۴۵ فیض 1/138 ۴۶ حیاتی ص : ١-٩٠

۴۷ امین نے اکثر و بیشتر ہفتہ وار اخبار "السفور" کے لئے مضامین لکھے جو سماجی مصلح قاسم امین کے خیالات کے پرچار کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ امین نے نائب السلطنت ہونے کے خلاف مصری خواتین کے پہلے مظاہرے کے متعلق ایک کثیر الاشاعت پمفلٹ بھی لکھا۔ ۱۹۲۱ء میں مدرسۃ القضاء میں اپنے عہدے سے دستبردار ہونے میں امین کے سعد زغلول سے تعلقات کا عنصر کارفرما تھا۔ جب زغلول جلاوطن تھا تو امین نے اس کے سیکرٹری سے رابطہ قائم رکھا اور زغلول کو مصر کی صورتحال کے متعلق خبریں دیں۔ وقتاً فوقتاً وہ جماعت کے ارکان میں تقسیم کرنے کے لئے خفیہ تحریریں وصول کرتا تھا۔ کیونکہ بحیثیت ایک متین ازہریہ شیخ اس پر شک وشبہ کرنے کا بہت کم امکان تھا۔ پیرس سے زغلول کی واپسی کے بعد بھی امین نے کچھ عرصے تک جماعت کی خفیہ ہدایات پہنچانے کا کام جاری رکھا۔ اس کے علاوہ اس نے مسجدوں میں بعد نماز جمعہ ہونے والی سیاسی تقاریر لکھیں مبلّغوں کا انتخاب کیا اور انھیں مختلف مساجد میں بھیجا۔ (حیاتی : 202-191)

۴۸ امین نے شاذ ہی کبھی سوشلزم کا ذکر کیا ہو لیکن لعنت و ملامت کے لئے لفظ "استقراطی"

اُن کا ایک محبوب لفظ ہے۔ فیض iiii/97 ؛ 213 ، 106 ، 1/83

۴۹ فیض iiii/97 زعماء الاصلاح فی العصر الحدیث، 349 ۵۰ فیض IX/139

۵۱ ایضاً: امین کے دَور کے مصری حرّیت پسندوں کی تحریروں کا ایک عمومی انداز فکر۔ مقابلہ کریں ایم حسین ہیکل سے: "سیاست دانوں کو جو آج کی دنیا کے معاملات کا فیصلہ کرتے ہیں، معاف کیا جا سکتا ہے۔ حقیقت میں وہ کل کے سیاست دان ہیں.... اسی وجہ سے وہ مسلسل طاقت اور جبر کی سیاست پر گفتگو کرتے ہیں، لیکن یہ گفتگو زیادہ عرصہ جاری نہیں رہے گی۔ آج دنیا اپنے تمام سپوتوں کی عام فلاح و بہبود کی خاطر استحکام کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اگر یہ سیاستدان اپنے دقیانوسی خیالات پر کاربند بھی رہیں تو عوام ان کی پیروی نہیں کریں گے" (JOHANSEN نے لکھا۔ ص ۲۲۱)۔ ۵۲ فیض viii/296 ۵۳ فیض iii/107 ۵۴ فیض viii/296

۵۵ حیاتی 88 ۵۶ فیض IX/61

۵۷ امین نے یوم الاسلام (دار المعارف، قاہرہ ۱۹۵۲ء) میں کافی عسکری خصوصیات کا اظہار کیا ہے جو صیہونی حملے کے زخم خوردہ احساس کے تحت لکھی گئی۔ ورنہ یہ واضح ہے کہ ایک ابوذر الغفاری (فیض iii/183) یا گاندھی (فیض iiii/288 ، IX/164 ، الشرق والغرب 102) کی انفعالی مزاحمت امین کی فطرت سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے بجائے عسکری رہنماؤں ابو عبیدۃ ابن الجراح (فیض x/89) اور صلاح الدّین الایوبی (x/92) کے کرداروں کے۔ موخر الذکر دو شخصیتوں کے متعلق اس کا بیان — جو فلسطین کی تباہی کے بعد لکھا گیا — طرز بیان اور اظہار میں بہت زیادہ موثر نہیں ہے شائد اس لئے کہ ان دونوں میں اس غیر شعوری خود شناسی کا فقدان تھا جو ابوذر الغفاری اور گاندھی سے متعلق مضامین میں بہت واضح ہے۔

۵۸ الشرق والغرب (مکتبۃ النہضۃ قاہرہ ۱۹۵۵ء) میں وہ ان خیالات کی عمومیت کی وضاحت کرتا ہے: "اب ہم یونیسکو (UNESCO) کے نمائندگان سے تدریس تاریخ کے روایتی طرائق جس میں لڑائیوں اور ان کے فاتحین کا ذکر ہوتا ہے، سنتے ہیں۔ وہ ان سب واقعات کے خاتمے کا مطالبہ کرتے ہیں اور تہذیب و تمدن اور وسعتِ علم کو تدریسِ تاریخ کا مرکزی موضوع قرار دیتے ہیں" (ص ۱۴)

۵۹ فیض IX/128 مصری حریت پسندوں میں یہ خیالات کس قدر عام تھے اس کی وضاحت کے

لئے محمد حسین ہیکل کی مثال دی جا سکتی ہے۔ ۱۹۴۹ء میں نِزّا (NIZZA) میں ایک بین الاقوامی کانفرنس میں اس نے تدریس تاریخ کی از سرِ نو حد بندی کا ایک پلان پیش کیا۔ اس سلسلے میں JOHANSEN (OP. CIT 226) سخت انداز میں کہتے ہیں: "ہیکل جس نے کبھی تاریخ اسلام پر اپنی کتب میں خالد ابن الولید کے کارناموں کو سراہا اور جس نے مسلمانوں کے عسکری کارناموں کے ذکر سے کئی سو صفحات بھر دیئے تھے، اب یہ مطالبہ کرتا ہے کہ اس قسم کی تاریخ نویسی کو رد کر دیا جائے کیونکہ یہ انسانی وجود کی حقیقت کو مسخ شدہ انداز میں پیش کرتی ہے۔"

۶۰ FRITZ STEPPAT, OP. CIT. 253-4 ۶۱ فیض 11/39

۶۲ فیض iii/107، vii/296، ix/61 ۶۳ مقابلہ کرو مزید سے OP. CIT. 69 FF

۶۴ ISLAMIC STUDIES (MARCH 1963) P. 37 V. 7

۶۵ یوم الاسلام 188، 149، 133، 131، 129، 119، الشرق والغرب بھی 161، 4-153

۶۶ FRITZ STEPPAT OP. CIT. 314-18 : "ابتدا ہی سے مصطفیٰ نے وسیع مفہوم میں تعلیم کو سب سے زیادہ اہمیت دی۔ جب وہ مدرسے میں تھا اس نے حب الوطنی کے فرائض میں قوم میں علم اور تعلیم کی وسعت اور پرچار کو شامل کیا جو اس کے خیال میں وطن کے دفاع سے بھی زیادہ ضروری ہے (315) بارہا وہ اپنے ملک کے امیر شہریوں سے اس قسم کے اسکول (آزاد) قائم کرنے کی درخواست کرتا ہے۔" (318)

۶۷ زعماء الاصلاح - 140 مقابلہ کرو۔ MEMOIRS AND OTHER WRITINGS OF SYED AMEER ALI سے (سید رضی واسطی نے شائع کیا لاہور: ۱۹۶۸ء)

"انگلستان اور ہندوستان میں مجھے اکثر و بیشتر سر سیّد احمد کے ساتھ اس بات پر بحث کرنے کا موقعہ ملا کہ برٹش انڈیا کی سیاسی معیشت میں مسلمانوں کی کیا حیثیت ہے اور مستقبل میں ان کے لئے کیا مواقع ہیں۔ انگریزی تعلیم اور تعلیمی تربیت سر سید احمد کا ایمان تھا۔ اگرچہ میں بھی ان دونوں امور کی اہمیت کا اعتراف کرتا ہوں لیکن میں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ بحیثیت ایک فرقے کے جب تک ہندوؤں کے متوازی خطوط پر ان کی سیاسی تربیت نہ کی گئی۔ یہ بات یقینی ہے کہ وہ نئی قوم پرستی کی ابھرتی ہوئی لہر میں ڈوب جائیں گے (ص ۳۲-۳۳)

THEM AND NOW IN EGYT. THE REFLECTIONS OF AHMAN ۶۸ـه
AMIN, IN MIDDLE EAST JOURNAL, IX (1955) P. 38.

CONTEMPORARY ISLAM AND NATIONALISM, WDI. IIV/23. ۶۹ـه

NADAV SAFRAN, OP. CIT. 228 ADOPTED BY VON GRUNEBAUM ۷۰ـه
IN MODERN ISLAM 207–5.

MOSHE PERLMAUN : THE AUTOBIOGRAPHY OF AHMAD AMIN ۷۱ـه
IN MIDDLE EAST AFFAIRS, V (1954) PP 17–24.

کیا یہ نتیجہ اس حقیقت سے اخذ کیا گیا ہے کہ گھر پر بچپن میں امین ہر روز کی خبریں پڑھنے کے عادی نہیں تھے؟ سولہ سترہ سال کی عمر تک شائد وہ سیاسی طور پر اس قدر باشعور نہیں تھے جتنا دوسرے ہوتے ہیں. بہرحال اٹھارہ سال کی عمر سے سیاست میں دلچسپی لینے کو جب وہ الیگزینڈریا میں تھے زیادہ دیر نہیں کہا جا سکتا۔ حیاتی ۹۱- 88

HASAN SAAL : THE SPIRIT OF REFORM IN ISLAM, IN ۷۲ـه
ISLAMIC STUDIES (MARCH 1963) P. 29.

۷۳ـه ذکی المحاسنی نے حوالہ دیا: محاضرات عن احمد امین (قاہرہ ۱۹۶۳ء) ص ۱۸۶